ملحدانہ اخلاقیات کا تنقیدی جائزہ

The Critical Analysis of Secular Ethics



نعمان نیئرؔ کلاچوی

نام مقالہ	ملحدانہ اخلاقیات کا تنقیدی جائزہ
مصنف	نعمان نیئر کلاچوی
ناشر	مرشد پبلی کیشنز، کلاچی، ڈیرہ اسماعیل خان
پی ڈی ایف ایڈیشن	مئی، 2025

☆☆☆☆☆

فہرست عنوانات

پیش گفتار

ایک طویل عرصہ سے جدید اِلحاد کی وادیوں میں سر گردانی کے بعد اب ضروری ہو چکا ہے کہ تیزی سے پھیلتے ہوئے اِس فکری خلاء کا وہ مؤثر غلغلہ طشت اَز بام کیا جائے جس کی بنیاد پر دنیا نے اِس وقت انسانیت کی صرف ایک ہی صورت ممکن بنادی ہے اور وہ ہے "ملحدانہ اخلاقیات" یعنی جدید اصطلاح میں جسے Secular Ethics کہا جا سکتا ہے۔ سننے میں تو یہ اصطلاح بڑی دلچسپ اور مؤثر لگتی ہے کہ انسانی حقوق کی پاسداری اور انسان سے محبت ہی اصل مذہب ہے اور آج کا نوجوان یہ جملہ بول کر کہ آج ہم تو بس انسانیت سے محبت کرتے ہیں اور ہمیں کسی مذہب کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ آج کا نوجوان صرف اِسی ایک وہم کے سبب مذہب سے دور ہو گیا ہے کہ مذہب کے بغیر بھی ایک اخلاقی زندگی گزاری جا سکتی ہے، تو یہ بے جا نہ ہوگا۔ مذہب کے بغیر بھی ایک اعلیٰ اخلاقی زندگی گزاری جا سکتی ہے، کہنے میں تو بڑا دلچسپ جملہ ہے لیکن اپنی اصل کے لحاظ سے یہ ایک انتہائی خطرناک اور نہایت ہی لغو تصور ہے۔

سوال یہ ہے کہ اخلاقیات کیا چیز ہے اور یہ کیسے پیدا ہوتے ہیں اور کیا یہ مطلق ہوتے ہیں یا اضافی؟۔ یہ تمام سوالات دراصل ایک ہی سوال ہے۔ جب تک اِس سوال کا کوئی ٹھوس اور تشفی بخش جواب نہیں مل جاتا، سرے سے اخلاقیات پر بات ہی ممکن نہیں ہے۔ یہ ایک طویل اور نہایت پُر مغز بحث ہے جسے پیش کرنا اِس لئے بھی ضروری ہے تا کہ آج کا نوجوان جان سکے کہ خدا اور وحی کے بغیر اخلاقیات کی اپنی حیثیت کیا رہ جاتی ہے اور کیا یہ ممکن ہے کہ خدا اور وحی کو مسترد کر دینے کے بعد بھی اخلاقیات قائم رہ سکیں۔

خدا اور وحی کے بغیر اخلاقیات اگر تو ممکن ہیں تو یہ ملحدانہ اخلاقیات کہلائیں گے اور ابھی ہم بحث

کریں گے کہ اِس قسم کے اخلاقیات کیا واقعی ممکن بھی ہیں یا یہ محض ایک وہم ہے کہ انسان مذہب کو ترک کرنے کے بعد ایک اعلیٰ اخلاقی زندگی گزار سکتا ہے۔

یہ بحث اِس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ آج کا انسان یہ سوچتا ہے کہ مذہب پرانے زمانے کے قصّے کہانیوں کا نام ہے اور اب انسان ذہنی طور پر اِس قدر بالغ اور باشعور ہو چکا ہے کہ مذہب کے بغیر بھی انسان ایک اعلیٰ اخلاقی زندگی گزار سکتا ہے۔ بظاہر تو یہ بڑا علمی جملہ لگتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسانی عقل اور شعور بلکہ پوری کائنات کا کوئی بھی شعور اگر تو کہیں موجود ہے مل کر بھی خیر ایجاد نہیں کر سکتے۔ اخلاقی اور جمالیاتی شعور نہیں پیدا کر سکتے۔ جس طرح انسان مادہ نہیں ایجاد کر سکتا بالکل ایسے ہی انسان اقدار بھی نہیں وضع کر سکتا، یہ ناقابل تردید زمینی حقیقت ہے۔ اِسی حقیقت کو دریافت کرنے کی سعی کی گئی ہے اِس تفصیلی بحث میں۔

فقیر

نعمان نیّر کلاچوی

25، مئی، 2025

جدید اِلحاد میں اخلاقیات کا مآخذ

جدید اِلحاد (Neo-atheism) بذاتِ خود کوئی مربوط آفاقی نظریہ (Worldview) یا کوئی نظامِ حیات (Lifestyle) نہیں ہے بلکہ یہ محض خدا کے وجود کے انکار یا غیر یقینی کو ظاہر کرتا ہے۔ اِس کے باوجود ملحدین اخلاقیات کی کسی نہ کسی بنیاد کو قبول کرتے ہیں چنانچہ اِس کے مختلف ممکنہ مآخذات پر منطقی بحث کی جاسکتی ہے۔

①: ارتقائی حیاتیات اور اخلاقیات:

جدید اِلحاد میں اخلاقیات کا ایک بڑا مآخذ حیاتیاتی ارتقاء (Biological Evolution) ہے۔ اِس نظریے کے مطابق اخلاقی اُصول جیسے کہ ہمدردی، تعاون اور انصاف دراصل انسان اور دوسرے سماجی جانداروں میں قدرتی انتخاب (Natural Selection) کے ذریعے پیدا ہوئے۔ وہ سماج جو اجتماعی بہبود کے اُصولوں کو اپناتے ہیں زیادہ دیر تک باقی رہتے ہیں جبکہ غیر اخلاقی رویے رکھنے والے گروہ تباہ ہو جاتے ہیں۔ اخلاقی جذبات، جیسے جرم کا احساس، دوسروں کی فلاح کا خیال اور بے انصافی پر غصہ انسانی دماغ کی ساخت کا حصہ ہیں جو لاکھوں سال کے ارتقاء میں تشکیل پائے۔ یہ مآخذ ایک سائنسی نقطۂ نظر فراہم کرتا ہے مگر اِس میں ایک مسئلہ یہ ہے کہ قدرتی ارتقاء صرف جو کچھ ہے (What is) کی وضاحت کرتا ہے مگر جو ہونا چاہیے (Whatought to be) کی بنیاد فراہم نہیں کرتا۔ یعنی اگر کوئی عمل فطری طور پر موجود ہے تو اِس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ وہ لازماً اخلاقی بھی ہے۔

②: معاشرتی معاہدہ (Social Contract):

جدید اِلحاد میں اخلاقیات کا ایک دوسرا نظریہ معاشرتی معاہدے (Social Contract) پر

مبنی ہے جس کے مطابق اخلاقی اُصول دراصل انسانوں کا ایک باہمی معاہدہ ہیں جو ایک بہتر سماجی نظام بنانے کے لیے وضع کئے گئے ہیں۔ اگر ہر شخص دوسرے کے حقوق کا احترام کرے تو سب کو فائدہ ہوگا اور اِسی وجہ سے انصاف، ایمانداری اور ہمدردی کو فروغ دیا جاتا ہے۔ یہ معاہدہ لازمی نہیں کہ ہمیشہ تحریری ہو بلکہ یہ ایک ظاہری اُصول (Implicit agreement) کی صورت میں بھی موجود ہوسکتا ہے۔ یہ نظریہ عملی طور پر کارآمد نظر آتا ہے لیکن اِس میں یہ سوال اُٹھتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے فائدے کیلئے اِس معاہدے کو توڑ دے اور اُسے سزا سے بچنے کا یقین ہو تو کیا اُس کے پاس کوئی مضبوط وجہ ہے کہ وہ اخلاقیات کی پابندی کرے؟۔

③: انسان پرستی (Humanism) :

جدید اِلحاد میں ایک مضبوط اخلاقی نظریہ انسان پرستی (Humanism) ہے جس کے مطابق اخلاقیات کی بنیاد انسانی فلاح و بہبود اور خوشحالی پر ہونی چاہیئے۔ نیکی وہ ہے جو انسانی ترقی، خوشی اور آزادی کو فروغ دے اور برائی وہ ہے جو نقصان پہنچائے۔ چونکہ انسان خود اپنی اقدار تشکیل دے سکتا ہے اِس لیے اِسے کسی ماورائی ہدایت کی ضرورت نہیں۔ یہ تصور کسی حد تک معقول تو ہے لیکن اِس میں یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ اگر اخلاقیات محض انسانی خوشحالی پر مبنی ہیں تو یہ کیوں فرض کیا جائے کہ تمام انسانوں کی خوشی یکساں اہمیت رکھتی ہے؟۔ ایک طاقتور شخص کیوں نہ صرف اپنی ہی خوشی کو زیادہ اہم سمجھے، اور کیوں نہ وہ اپنے مفادات کے حصول کی خاطر دیگر انسانوں کے حقوق معطل یا پامال کر دے؟۔

④: معقول اخلاقیات (Rational Ethics):

کچھ ملحد فلسفی یہ مؤقف اپناتے ہیں کہ اخلاقیات کی بنیاد محض معقولیت (Rationality) پر ہونی

چاہیئے۔ اگر تمام انسان اپنی فلاح چاہتے ہیں تو عقلی طور پر وہ ایسے اُصول اپنائیں گے جو سب کے لیے بہتر ہوں۔ کانٹ (Kant) جیسے فلسفیوں نے Categorical Imperative (جامع اخلاقی اُصول) کا تصور دیا جس کے مطابق کوئی بھی عمل صرف اُس صورت میں اخلاقی ہوسکتا ہے اگر وہ سب کے لیے یکساں قابل قبول ہو۔ مثال کے طور پر اگر جھوٹ بولنا عام ہو جائے تو کوئی بھی کسی پر بھروسہ نہیں کرے گا اِس لیے جھوٹ بولنا معقولیت کے خلاف ہے۔ یہ نظریہ بعض صورتوں میں کارآمد ہے لیکن عملی دنیا میں لوگ اکثر غیر معقول اور جذباتی فیصلے کرتے ہیں اِس لیے معقول اخلاقیات ہر انسان کے لیے قابل قبول نہیں ہو سکتیں۔

۵: اخلاقی اضافیت (Moral Relativism) :

جدید اِلحاد میں ایک اور عمومی رجحان اخلاقی اضافیت (Moral Relativism) کا ہے جس کے مطابق اخلاقیات کا کوئی مطلق (Absolute) معیار نہیں ہے بلکہ یہ مختلف معاشروں اور ثقافتوں میں بدلتی رہتی ہیں۔ جو چیز ایک ثقافت میں نیکی سمجھی جاتی ہے تو وہ دوسری ثقافت میں برائی ہو سکتی ہے اِس لئے کسی ایک معیار کو تمام انسانوں پر لاگو نہیں کیا جا سکتا۔ یہ نظریہ تنوع (Diversity) کو تسلیم کرتا ہے لیکن اِس میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر اخلاقیات محض ایک ثقافتی اتفاق (Social construct) ہے تو پھر کوئی یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ نازیوں کے اعمال غلط تھے یا غلامی ایک بُرا عمل تھا؟۔ اگر کوئی سماج ظلم کو اخلاقی کہہ دے تو اُس کے خلاف کیا دلیل دی جا سکتی ہے؟۔

نتائج اور تنقید

اگر چہ جدید اِلحاد میں اخلاقیات کے یہ تمام مآخذ کسی حد تک کارآمد تو ہیں لیکن اِن میں کچھ بنیادی مسائل بھی ہیں۔

اخلاقی قوتِ نافذہ (Moral Authority) : اگر اخلاقیات کا مآخذ صرف انسانی مفادات، معقولیت یا معاشرتی معاہدہ ہے تو کوئی فرد یا گروہ کیوں نہ اپنی اخلاقیات خود وضع کرے؟۔ مذہبی اخلاقیات میں خدا ایک حتمی اختیار (Ultimate Authority) کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جبکہ اِلحاد میں ایسی کوئی مطلق ہستی موجود نہیں جو اخلاقیات کو حتمی طور پر نافذ کر سکے۔

معروضیت (Objectivity) کا مسئلہ : مذہبی اخلاقیات کے برعکس اِلحاد میں اکثر اخلاقیات کو اضافی (Relative) تصور کیا جاتا ہے جس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا کوئی عمل واقعی بذاتِ خود (Intrinsically) اچھا یا بُرا ہوسکتا ہے یا یہ سب محض انسانی معاشرت کا نتیجہ ہے؟۔

قانونِ فطرت کا مسئلہ (Nature Law Problem) : اگر اخلاقیات فطری طور پر ارتقاء سے آئی ہیں تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قدرت میں موجود سفاکیت (مثلاً، جانوروں میں جنگ، قتل، دھوکہ دہی) کو اخلاقی اُصولوں میں کیوں شامل نہیں کیا جاتا؟۔ پس جدید اِلحاد میں اخلاقیات کی مختلف ممکنہ بنیادیں ہیں جیسے کہ ارتقاء، معاشرتی معاہدہ، انسانیت پرستی، معقولیت اور اضافی اخلاقیات تاہم ہر مآخذ کے ساتھ کچھ فلسفیانہ چیلنجز جڑے ہوئے ہیں۔ مذہبی اخلاقیات میں ایک ماورائی حکم (Divine Command) کو حتمی بنیاد قرار دیا جاتا ہے جبکہ اِلحاد میں اخلاقیات زیادہ تر انسانی تجربات اور عقل پر مبنی ہوتی ہیں۔ اِس بحث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اِلحاد میں اخلاقیات کی تشکیل ممکن ہے لیکن اِس میں ایک بنیادی سوال ہمیشہ قائم رہے گا کہ اگر کوئی شخص اخلاقی اُصولوں کی پابندی نہ کرے اور اُسے اِس کا کوئی نقصان نہ ہو تو اُس کے پاس اِن اصولوں کی پیروی کرنے کی کیا معقول وجہ ہوگی؟۔

☆☆☆☆☆

اخلاقی اضافیت اور طاقتور کی من مانی

یہ سوال ملحدانہ اخلاقیات کی سب سے بنیادی کمزوری کو نشانہ بناتا ہے کہ اگر طاقتور اپنے مفاد کی خاطر اخلاقیات کو ترک کر دے تو اُس کے خلاف کیا اُصول کارگر ہو سکتے ہیں؟۔

①: طاقت اور اخلاقیات کا تصادم:

اخلاقیات کا مقصد یہ ہے کہ سماج میں انصاف اور خیر کو فروغ دیا جائے مگر جب طاقتور کو اخلاقیات توڑنے کا اختیار حاصل ہو جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اخلاقیات کا مآخذ انسانی معاہدہ یا اجتماعی بہبود ہے تو کوئی طاقتور شخص کیوں نہ کہے کہ" میں اِس معاہدے کا پابند نہیں ہوں؟"۔ اگر اخلاقیات فطری طور پر ارتقائی ہیں تو کیا طاقتور کا کمزور پر غالب آنا بھی" فطرتی اخلاقیات" میں شامل نہیں؟۔ اگر اخلاقیات صرف عقل کا نتیجہ ہیں تو ایک طاقتور کیوں نہ یہ فیصلہ کرے کہ اُس کی عقل اُسے" زیادہ فائدہ مند غیر اخلاقی راستے" پر لے جارہی ہے؟۔ یہ سوال اُس وقت زیادہ شدید ہو جاتا ہے جب کوئی طاقتور فرد یا گروہ اخلاقیات کو مکمل طور پر مسترد کر دے اور اپنے مفادات کے حصول کی خاطر ظلم اور استحصال کو اُصول بنالے۔

②: جدید اِلحاد میں اخلاقی اضافیت کا مسئلہ:

اِلحاد میں عام طور پر اخلاقی اضافیت (Moral Relativism) کو تسلیم کیا جاتا ہے یعنی اخلاقی اُصول آفاقی نہیں ہوتے بلکہ وقت، معاشرے اور حالات کے مطابق بدلتے رہتے ہیں۔ جو چیز آج غلط ہے وہ کل درست سمجھی جاسکتی ہے اور جو آج درست ہے وہ کل غلط ہو سکتی ہے۔ یہ نقطۂ نظر بنیادی طور پر" ہر شخص اپنی اخلاقیات خود طے کرے" کی راہ ہموار کر دیتا ہے۔ نتیجتاً اگر کوئی طاقتور قوم غلامی کو جائز قرار دیدے تو کیا کوئی حتمی دلیل دی جاسکتی ہے کہ وہ غلط کر رہے ہیں؟۔ اگر کوئی امیر سرمایہ دار

اپنے ملازمین کا استحصال کرے تو وہ کیوں نہ کہے کہ" یہ میری طاقت اور صلاحیتوں کا صلہ ہے"؟۔اگر کوئی حکمران اپنی رعایا پر ظلم کرے تو وہ کیوں نہ دعویٰ کرے کہ" یہی میرا حق ہے کیونکہ میں زیادہ طاقتور ہوں"؟۔ یہ وہ خطرناک مقام ہے جہاں ملحدانہ اخلاقیات دراصل طاقت کی اخلاقیات (Might is Right)میں تبدیل ہو جاتی ہیں یعنی" جو زیادہ طاقتور ہے وہی درست ہے"۔

۳: طاقتور کو اخلاقیات کا پابند کرنے کیلئے کوئی ماورائی اُصول کیوں ضروری ہے؟۔:

اگر طاقتور کیلئے کوئی ماورائی اخلاقی اُصول (Transcendent Moral Standard) نہ ہو تو اخلاقیات محض ایک سماجی رواج بن کر رہ جاتی ہیں جسے انسان جب چاہے مسترد کر سکتا ہے۔ مذہبی اخلاقیات میں ایک ماورائی حکم یا خدا کی ذات اخلاقی ضابطے کو مستحکم بناتی ہے کیونکہ خدا کا حکم ہے کہ ظلم ہمیشہ غلط ہے تو یہ اُصول کسی بھی طاقتور شخص پر لاگو ہوگا خواہ وہ اِسے قبول کرے یا نہ کرے۔ مذہبی اخلاقیات میں طاقتور کے ظلم کا کوئی نہ کوئی نتیجہ (دنیاوی سزا، مکافاتِ عمل یا اُخروی عذاب) مقرر ہوتا ہے جو طاقتور کو کسی نہ کسی حد تک جوابدہ بناتا ہے بلکہ اُسے ذہنی طور پر مخدوش بھی رکھتا ہے کہ اُس کا کوئی بھی فعل دراصل اُس کی مطلق آزادی کا مظہر نہیں بلکہ وہ ایک قادرِ مطلق خدا کے ہاں بہر طور ماخوذ ہے۔ماورائی اُصولوں کی موجودگی میں عدل ایک مطلق (Absolute) قدر بن جاتا ہے جسے کوئی طاقتور شخص اپنی خواہش کے مطابق بدل نہیں سکتا۔یہی وجہ ہے کہ بہت سے فلسفی جیسے کہ فیودور دوستووسکی (Fyodor Dostoevsky) یہ کہتے ہیں کہ:

"اگر خدا نہیں ہے تو ہر چیز جائز ہے"۔یعنی اگر کوئی آخری یا حتمی اخلاقی معیار موجود نہ ہو تو کوئی شخص کسی بھی اخلاقی قاعدے کو توڑنے میں آزاد ہوگا اور اُس پر کبھی بھی کوئی مضبوط عقلی اعتراض نہیں کیا جاسکے گا۔

④: جدید اِلحاد میں طاقتور کو اخلاقیات کا پابند کرنے کی ممکنہ کوششیں:

اِلحادی فلسفہ میں کچھ ایسے طریقے وضع کئے گئے ہیں جو طاقتور کو اخلاقیات کا پابند بنانے کی کوشش کرتے ہیں مگر یہ تمام طریقے کمزور یا غیر مؤثر ثابت ہوتے ہیں:

اجتماعی ردِ عمل (Social Pressure): کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی طاقتور اخلاقیات کو توڑے گا تو سماج اُسے رد کر دے گا اور وہ بدنام ہو جائے گا۔

مسئلہ:

اگر طاقتور اتنا مضبوط ہو کہ وہ سماج کے ردِ عمل کی پرواہ ہی نہ کرے تو پھر کیا ہوگا؟۔ اگر پوری سوسائٹی اخلاقی اُصولوں کو کمزور کر دے تو ظلم کو کیسے روکا جائے گا؟۔

قانون اور جمہوریت: ایک اور دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اخلاقیات کو قانون کے ذریعے نافذ کیا جائے گا اور جمہوریت طاقتور کو جوابدہ بنائے گی۔

مسئلہ:

اگر طاقتور شخص خود قانون بنانے والا ہو (جیسے بادشاہ، آمر یا کارپوریٹ لیڈر) تو وہ اپنے مفاد میں قانون بدل سکتا ہے۔ جمہوریت ہمیشہ اکثریت کے مفاد میں کام کرتی ہے مگر اکثریت خود غیر اخلاقی ہو جائے تو انصاف کیسے ہوگا؟۔

معقول اخلاقیات (Rational Ethics): یہ نظریہ کہتا ہے کہ انسانوں کی معقولیت (Reason) اُنہیں اخلاقیات کی پابندی پر مجبور کرے گی۔

مسئلہ:

معقولیت ہمیشہ اخلاقی فیصلے نہیں دیتی کیونکہ بعض اوقات غیر اخلاقی عمل زیادہ فائدہ مند ثابت ہوتا

ہے۔ایک شخص عقلی طور پر یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ" اگر میں طاقتور ہوں تو میں دوسروں کو اپنے فائدے کیلئے استعمال کرسکتا ہوں۔" پس ظلم کے جواز کی سب سے بڑی مثالیں نازی اِزم، استعماری اور نام نہاد انقلابی طاقتیں ہیں جنہوں نے گزشتہ صدی میں دو عالمی جنگیں اور انقلاب کے نام پر اندرونی بہیمانہ قتل و غارت کر کے نسانیت کا کچومر نکال دیا ہے۔تاریخ میں کئی ایسے واقعات موجود ہیں جہاں طاقتور نے ملحدانہ اخلاقیات کا فائدہ اُٹھا کر ظلم کا جواز پیدا کیا۔مثلاً ہٹلر نے ارتقائی نظریہ (Survival of the Fittest) کو بنیاد بنا کر کمزور قوموں پر حملے کیے اور" طاقتور کی بقاء" (Might is Right) کا اُصول نافذ کیا۔پس اگر اخلاقیات محض ارتقائی پیداوار ہیں تو پھر نازی اِزم کو اخلاقی لحاظ سے غلط کہنے کیلئے کوئی حتمی دلیل نہیں دی جاسکتی۔

اِسی طرح برطانیہ اور فرانس کی استعماری قوتوں نے اپنے ظلم کو" ترقی اور تہذیب" کے نام پر جبکہ سوویت یونین کی نام نہاد انقلابی قوتوں نے" سماجی انقلاب" کے نام ظلم وزیادتی کو جواز فراہم کیا۔ چونکہ اِلحاد میں اخلاقیات کو اضافی مانا جاتا ہے اس لئے کوئی حتمی دلیل نہیں دی جاسکتی کہ یہ اعمال مطلقاً غلط تھے۔

یہ بحث ظاہر کرتی ہے کہ اگر اخلاقیات کا کوئی ماورائی اور حتمی اُصول نہ ہو تو طاقتور ہمیشہ اخلاقیات کو توڑنے کا جواز پیدا کرسکتا ہے۔ملحدانہ اخلاقیات میں طاقتور کو اخلاقیات کا پابند کرنے کا کوئی مؤثر طریقہ موجود نہیں ہے۔مذہبی اخلاقیات میں چونکہ اخلاقیات کسی اعلیٰ حکم پر مبنی ہوتی ہیں اِس لئے ظلم کو ہمیشہ کیلئے غلط کہا جاسکتا ہے اور طاقتور بھی اِس کا پابند ہوتا ہے۔اگر اخلاقیات محض انسانی معاہدے یا سماجی روایات پر مبنی ہوں تو طاقتور کیلئے اُنہیں توڑنا اور اپنی مرضی مسلط کرنا ہمیشہ ممکن ہوگا۔لہٰذا عدل کو محفوظ رکھنے کیلئے اخلاقیات کو کسی ماورائی اور مطلق اُصول پر استوار ہونا ضروری ہے

ورنہ ظلم کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہے گا۔

یہی وہ بنیادی نکتہ ہے جو اخلاقیات، عدل اور انسانی آزادی کے مسئلے کو ایک قطعی حل کی طرف لے جاتا ہے۔ اگر انسان کو مطلق آزادی دے دی جائے تو وہ کبھی نہ کبھی اپنی مرضی سے ظلم کرے گا اور اگر اخلاقیات کو محض انسان کی خواہش کے تابع کر دیا جائے تو پھر عدل کبھی قائم ہی نہیں ہوسکتا کیونکہ ہر شخص اپنی مرضی سے اخلاقیات کو موڑ لے گا۔

۵: آزاد ارادہ اور ظلم کا مسئلہ:

انسان آزاد ارادے کا مالک ہے اور وہ نیکی کو بھی چن سکتا ہے اور بدی کو بھی۔ اپنی طاقت کا استعمال عدل کیلئے کرسکتا ہے یا ظلم کیلئے۔ اگر کوئی ظالم اپنی آزادی کو استعمال کر کے کمزور پر ظلم کرے تو کون اُسے روک سکتا ہے؟۔ اگر کوئی حتمی عدالت (Ultimate Justice) نہ ہوتو ظالم کو ظلم سے روکنے کا کوئی یقینی ذریعہ نہیں بچتا۔

۶: اخلاقیات کو خدا کی طرف سے آزمائش ماننا کیوں ضروری ہے؟:

جب ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ انسان کا آزاد ارادہ اُسے نیکی یا بدی میں سے کسی ایک کے انتخاب کی آزادی دیتا ہے تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک طاقتور اگر بدی اختیار کر لے تو اُس کا احتساب کون کرے گا؟۔ پس اگر کوئی ماورائی عدل (Transcendent Justice) نہ ہو تو ظالم ہمیشہ ظلم کا فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ اگر ظالم کا کوئی حتمی مواخذہ نہ ہوتو ظلم کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہے گا۔ اب واحد حل یہ رہ جاتا ہے کہ اخلاقیات کو ایک آزمائش سمجھا جائے تاکہ ایک حتمی عدالت میں عدل ممکن ہو سکے۔ اِس نظریے کے مطابق اگر کوئی شخص نیکی کرے گا تو وہ صرف اپنی خواہش کی بناء پر نہیں بلکہ ایک اعلیٰ اَجر کی اُمید میں کرے گا۔ اِسی طرح اگر کوئی شخص ظلم کرے گا تو وہ بہرصورت اپنے عمل کا

جوابدہ ہوگا خواہ وہ اِس دنیا میں ہو یا آخرت میں۔ چنانچہ عدل صرف اُسی وقت ممکن ہوگا جب ہر اچھے اور برے عمل کا ایک ناگزیر نتیجہ ہو۔ یہی وہ تصور ہے جو تمام مذہبی نظاموں میں پایا جاتا ہے اور جو عدل کے اُصول کو ایک اَٹل حقیقت کے طور پر قائم رکھتا ہے۔

۷: کیا عدل بغیر خدا کے ممکن ہے؟:

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر ظالم سزا سے بچ جاتے ہیں اور مظلوم کو انصاف نہیں ملتا۔ اگر آخرت کا کوئی تصور نہ ہو تو ظالم کو ظلم کرنے سے روکنے کیلئے کوئی حتمی اُصول باقی نہیں رہتا۔

اگر صرف دنیاوی قوانین پر بھروسہ کیا جائے تو طاقتور ہمیشہ اپنے حق میں قوانین کو بدل سکتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی آخری عدالت (Final Justice) نہ ہو تو عدل صرف ایک سراب بن کر رہ جائے گا۔

۸: خدا کی عدالت اور عدل کی حتمی ضمانت:

جب ہم یہ مان لیتے ہیں کہ ہر عمل کا ایک آخری نتیجہ ہوگا۔ کوئی طاقتور بھی اپنے ظلم سے بچ نہیں سکے گا۔ ہر مظلوم کو بہر صورت انصاف ملے گا تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ عدل کا حتمی اُصول صرف اُسی وقت قائم ہوسکتا ہے جب خدا موجود ہو اور جو ہر عمل کا مکمل حساب لے۔ یہی وہ بنیادی نقطہ ہے جس پر مذہب اِلحاد سے کہیں زیادہ مضبوط منطقی بنیاد فراہم کرتا ہے کیونکہ مذہب میں ظلم کا کوئی حتمی جواز نہیں بچتا۔ پس عدل کو محفوظ رکھنے کیلئے قادرِ مطلق خدا کا ہونا منطقی طور پر ضروری ہے۔

حتمی نتائج

☆ انسانی آزادی چونکہ انسان کو ظلم کی اجازت دیتی ہے اس لئے ظلم کو روکنے کیلئے ایک حتمی اُصول ضروری ہے۔

☆ اگر اخلاقیات کو محض انسانی مرضی پر چھوڑ دیا جائے تو کوئی بھی طاقتور اپنی مرضی سے اخلاقی اُصول توڑ سکتا ہے۔

☆ اگر کوئی آخری عدالت نہ ہو تو عدل کبھی قائم نہیں ہو سکتا اور ظلم ہمیشہ کیلئے باقی رہے گا۔

☆ لہٰذا عدل کو محفوظ رکھنے کیلئے قادرِ مطلق خدا کا ہونا ضروری ہے جو نیکی اور بدی کا حتمی حساب لے اور ہر عمل کا پورا پورا نتیجہ دے۔

پس یہی وہ نکتہ ہے جو ثابت کرتا ہے کہ عدل کا اُصول درحقیقت قادرِ مطلق خدا کے تصور کے بغیر نامکمل رہتا ہے۔

اِلحاد کا یہ مقدمہ کہ" خیر و شر اضافی (Relative) اور انسانی عقل کی پیداوار ہیں"، بظاہر ایک عقلی دعویٰ لگتا ہے، مگر جب اِس کا علمی و منطقی تجزیہ کیا جائے تو یہ مقدمہ:

نہ صرف داخلی تضادات کا شکار ہے بلکہ خارجی حقائق اور انسانی تجربات سے بھی متصادم ہے۔

☆☆☆☆☆

اِلحادی مقدمہ کی تحلیل

اِلحادی مقدمے کی بنیاد:

دعویٰ:

خیر و شر کوئی آفاقی حقیقت نہیں۔ یہ صرف انسانی عقل، تجربہ، کلچر، ارتقاء یا سوشیولوجی کا نتیجہ ہیں۔
ہر معاشرہ اپنی ضروریات کے مطابق "اخلاق" تخلیق کرتا ہے اِس لئے اخلاقی قدریں نسبتی (Relative) ہیں، مطلق (Absolute) نہیں۔

مقدمہ کے منطقی نتائج:

اگر خیر و شر انسانی عقل کی پیداوار ہیں تو پھر:
قتل، زنا، دھوکہ، ظلم، نسل کشی کسی بھی فعل کو صرف "مختلف نقطۂ نظر" کہا جا سکتا ہے۔
ہولوکاسٹ، گینگ ریپ، غلامی، نسل پرستی اور ریاستی جبر اِن سب کو تاریخی حالات کا جواز دے کر "اخلاقی جرم" نہیں کہا جا سکتا۔
کوئی بھی معاشرہ کسی دوسرے معاشرے پر اخلاقی بنیاد پر تنقید کا حق نہیں رکھتا۔
ہیومن رائٹس جیسے عالمی اُصول بے بنیاد ہو جاتے ہیں کیونکہ اِن کے پیچھے کوئی آفاقی خیر یا عدل کا تصور نہیں بچتا۔

خارجی حقیقت کے ساتھ تضاد

انسانی فطرت میں خیر و شر کی آفاقی پہچان موجود ہے چنانچہ ہر تہذیب میں جھوٹ بُرا مانا جاتا ہے، بے گناہ کا قتل جرم ہے، عدل ایک قابل تعریف قدر ہے، رحم اور سچائی کی تعریف کی جاتی ہے۔ یہ آفاقی رجحانات اِلحاد کے اخلاقی اضافیت پسند دعوے کو رد کرتے ہیں۔

ارتقائی حیاتیات بھی "مطلق اخلاق" کو نہیں سمجھا سکتی:

اگر خیر صرف اجتماعی بقاء کیلئے ہے تو پھر مظالم بھی فائدہ مند ہو سکتے ہیں (جیسا کہ نازی ازم نے دعویٰ کیا تھا)۔ مگر انسان صرف فائدہ نہیں دیکھتا وہ "حق" اور "عدل" کی بات کرتا ہے، چاہے نقصان ہو۔ جیسے سقراط کا زہر پی لینا، امام حسینؓ کی کربلا میں اپنے عیال سمیت شہادت، یا نیلسن منڈیلا کا ستائیس سال قید میں رہنا۔

داخلی تضاد (Self-Contradiction)

اِلحاد خود بھی اخلاقی فیصلے دیتا ہے۔ وہ مذہب کو ظلم، جنگ، جاہلیت، منافقت کہتا ہے یہ سب اخلاقی فیصلے ہیں۔ اگر اخلاق اضافی ہے تو مذہب کو "برا" کہنا کیسا؟۔ آپ کیلئے مذہب بُرا ہے، میرے لئے اچھا ہے، پھر اعتراض کیسا؟۔

ملحد بھی "اخلاقی احتجاج" کرتا ہے:

جیسے خواتین کے حقوق، ہم جنس پرستی، مساوات اِن پر ایک ملحد اخلاقی بنیاد پر احتجاج کرتا ہے، حالانکہ اِس کے فریم ورک میں اِس تنقید کا کوئی آفاقی جواز نہیں۔

قرآنی و ایمانی جواب:

قرآن کہتا ہے، "وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا. فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوٰىهَا" (الشمس 7-8)

اور قسم ہے انسانی نفس اور اُس کے ارتقاء کی،پس ہم نے ہی ودیعت کیا انسان کے اندر فجر (بُرائی) اور تقویٰ (نیک عملی)۔

انسانی نفس میں خیر و شر کا شعور خدا کی طرف سے ہی ودیعت کیا گیا ہے۔

اخلاق کی بنیاد" خدائی اَمر" ہے:

اللہ ہی خیرِ محض ہے، ہر اخلاقی قدر اُسی سے صادر ہوتی ہے۔اِسی لئے عدل، سچ، امانت، خیر، یہ سب واجب الوجود ہیں اور اِسی کے سبب اخلاقی قانون مطلق بن جاتا ہے۔

نتیجہ

اِلحاد کا یہ دعویٰ کہ" خیر و شر اضافی ہیں" عقلی، خارجی اور فطری اعتبار سے ناقابل دفاع ہے۔

صرف وحی، خدا اور آخرت کا تصور ہی اخلاقیات کو ایک پائیدار، آفاقی اور لازمی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆





سید المجاذیب خواجہ نعمان نیئرؔ کلاچوی صوبہ خیبر پختونخواہ کی ایک دور اُفتادہ تحصیل کلاچی کے باسی ہیں۔ آپ ایک جامع العلوم شخصیت ہیں۔ آپ بیک وقت مذاہبِ عالم، علم الکلام و فلسفہ، شعر و اَدب، صحافت و بلاغت، معاشرت و سیاست، نفسیات و روحانیات اور رقص و موسیقی پر گہری گرفت رکھتے ہیں۔ آپ ایک طویل عرصے سے مسلسل گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے ہیں اور دریں اثناء علمی و تحقیقی کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ ماڈرن فلاسفی اور علمِ نفسیات پر آپ کا علمی کام اُردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں انٹرنیٹ پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ آپ چھ کتابوں "عشق کی سائنس"، "تصوف کی ڈکشنری"، "صراطِ دانش"، "سوزِ نہاں"، "قبیلہ نور احمد خیل" اور " Trek to Intellect " کے مصنف ہیں۔ علاوہ ازیں دیگر کئی مقالات و علمی شذرات کے بھی مؤلف و مصنف ہیں۔ زیرِ نظر مقالہ بھی آپ ہی کی علمی و تحقیقی جہد کا ماحصل ہے۔